نجم الثاقب

# باری تعالیٰ کے اسما و صفات

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے اسما کا لفظ آیا ہے، صفات کا نہیں۔ مگر علم کلام میں صفات پر بحثیں ہوتی ہیں۔ صفات حادث ہیں یا قدیم۔ عین ذات ہیں یا زائد بر ذات۔ یہ ہمارا موضوع نہیں۔ پورے قرآن میں صفات کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ لفظ بطور فعل کے آیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے لیے صرف اسما کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہ بھی ذم کے لیے۔ عَمَّا يَصِفُونَ کا لفظ نفی کی جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ لہ الاسماء الحسنیٰ کے الفاظ تین چار مقامات پر آئے ہیں۔ (سورۂ حشر، طٰہٰ اور اعراف میں) مگر سورۂ حشر میں اسمائے باری تعالیٰ کا بڑا حسین گلدستہ نظر آتا ہے۔

ان اسما کے حوالے سے ہم خدا کو پہچانتے ہیں۔ ان کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم خدا کو ہر عیب سے منزہ سمجھتے ہیں۔ یہ منفی تصور ہے اور مثبت یہ ہے کہ وہ تمام خیر و کمالات سے متصف ہے۔ تمام کے تمام محاسن اس کی ذات میں موجود ہیں۔ اسے کسی خیر کے واسطے کی ضرورت نہیں۔ سبحان اللہ کا مفہوم یہ ہی ہے۔ الحمد للہ کے الفاظ میں اس بات کا اعتراف ہے کہ تمام کی تمام خوبیاں اس میں موجود ہیں۔ وہ کل کا کل خیر ہے۔ تعریف اور شکر کو جمع کر لیں گے تو حمد کا مضمون پیدا ہوگا۔ اس کی صفات کا شمار نہیں۔ مگر ان میں سے اہم ترین آٹھ ہیں۔ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین۔ چنانچہ وہی الحی بھی ہے۔ القیوم بھی ہے۔ السمیع بھی ہے۔ البصیر بھی ہے، علی کل شیئٍ قدیر بھی ہے اور بکل شیئٍ علیم بھی ہے، فعال لما یرید بھی ہے اور انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کی شان کا حامل بھی ہے۔

اس کی جملہ صفات اس کی ذات ہی کے مانند مطلق اور لامتناہی ہیں۔ وہ قدیم ہیں نہ کہ حادث۔ وہ ذاتی ہیں نہ کہ کسی اور کی عطا کردہ۔ ہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

ہمارا ذہنی رابطہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اسماء کے ذریعے سے قائم ہوتا ہے۔ کیوں کہ اسم کا مسمّیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔ ان اسماء سے ہم جس اسم کا بھی مذاکرہ کریں گے۔ اس کی تجلی قلبِ انسانی پر ظہور کرے گی اور اس میں تاثیر پیدا ہوگی۔

بعض اسماء ایسے ہیں جن کا اطلاق مخلوق پر بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں اگرچہ لفظی اشتراک ہے مگر معنوں میں زمین و آسمان کا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ اس لیے معنوی تفاوت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ رحم کا لفظ مخلوق پر بھی بول سکتے ہیں مگر ارحم الراحمین کسی اور پر استعمال نہ ہوگا۔ اسی طرح خالق کا لفظ ہے مگر خالق ارض و سماوات اسی کی ذات سے متعلق ہوگی۔ بعض اسماء ہم علیحدہ پکار سکتے ہیں مگر بعض ایسے ہیں کہ تنہا استعمال کرنے میں الحاد واضح ہو جائے گا۔ ہم ضار کو علیحدہ استعمال نہیں کریں گے مگر یا نافع یا ضار کو ساتھ ساتھ لانا ضروری ہے۔ ورنہ عدم توازن ہو جائے گا جو الحاد کے معنوں میں آئے گا۔ اللہ کے رسول نے ان اسماء کو بیان فرما دیا ہے، جن کی تفصیل کتبِ احادیث میں ملتی ہے۔ یہ سب توقیفی نام ہیں۔ ان کی تعداد ننانوے ہے۔ ان ہی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ اسی لیے قرآنِ مجید میں فادعوہ بہا کے الفاظ آتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے اسماء جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی اور یہ ہر وقت مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ قلبِ انسانی کی کیفیات ان ہی کی تجلیات کا نتیجہ ہیں۔ ہم بلا سے نجات اور نعمت میں اضافہ چاہتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے قلبی طریقے بتائے ہیں۔ بلاؤں میں صبر اور نعمتوں میں شکر مومن کی دو بڑی نعمتیں ہیں۔ ان سے شخصیت میں نکھار پیدا ہوگا۔ انسان ہر لمحہ یا صبر کی حالت میں ہوتا ہے یا شکر کی حالت میں، کیونکہ زندگی یا راحت ہوتی ہے یا نکبت۔ اس سے مفر نہیں۔ دونوں حالتوں میں ہم آزمائش سے گزرتے ہیں۔ مصیبت میں اتنی احتیاط ضروری ہے کہ ہمت جواب نہ دے جائے اور بلا کا بہادری سے مقابلہ کیا جائے۔ یہ ہی چیز صبر سے حاصل ہوتی ہے اور نعمت میں خطرہ اس بات کا لگا رہتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو بھول نہ جائے جو تمام حسنات کا منبع ہے۔ شکر سے یہ خطرہ رفع ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ نعمت کو حق تعالیٰ کی جانب سے دیکھا جائے۔ اپنی ذات یا خلق کی طرف اس کی نسبت نہ کی جائے کیونکہ دراصل خدا تعالیٰ کی ذات ضار بھی ہے اور نافع بھی۔ نفع و ضرر اسی کے ہاتھ میں ہے اگرچہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نعمت خلق ہی کے ہاتھ سے پہنچ رہی ہے لیکن چشمِ بصیرت جانتی ہے کہ یہ محض بمنزلہ اسباب کے ہیں اور مسبب الاسباب اسی کی ذاتِ مطلق ہے۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

بارِ حسنِ رایانِ نگاہِ تیر زن ہیں

---